محمد رفیق چوہدری ★

اغنیاء کے مال میں غریبوں کا حق

اسلام واحد دین ہے جس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہے اور ان کے بارے میں کامل رہنمائی دی ہے۔ دین اسلام کے سوا دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو اپنی تعلیمات کے لحاظ سے اس قدر جامع اور ہمہ گیر ہو کہ اس میں روحانیت، اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاست سے متعلق مکمل تعلیم و رہنمائی پائی جاتی ہو۔

معاش بھی انسانی زندگی کا اہم مسئلہ ہے۔ اس کے حل کے لئے اسلام نے ہمیں بہترین نظام معیشت دیا ہے۔ جس کے ذریعہ نہ صرف انسانوں کی تمام بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں، بلکہ وہ ایک خوشحال زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو معاشی دوڑ میں کسی طرح پیچھے رہ جاتے ہیں، ان ناداروں، حاجتمندوں اور معذوروں کی کفالت کے لئے اسلام نے دولت مندوں کے مال میں ایک مقررہ حق اور حصہ رکھ دیا ہے۔

اگر ہم قرآن مجید میں اس پہلو سے غور کریں کہ اس نے مال داروں کے مال میں ناداروں کے لئے کیا کچھ رکھا ہے تو ہمیں درج ذیل قرآنی احکامات ملتے ہیں۔

۱۔ قرآن میں اغنیاء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال کا ایک حصہ غریب حاجتمندوں پر صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہی متقی لوگ بہشت کے باغوں میں اور چشموں کے کناروں پر عیش سے رہیں گے، جن کے مال کا ایک حصہ دنیا میں غریبوں اور ضرورت مندوں پر خرچ ہوتا تھا۔

ان المتقین فی جنات وعیون ۰ وفی اموالهم حق للسائل والمحروم ۰ (الذاریات آیت ۱۹.۱۵) "بے شک پرہیز گار لوگ بہشتوں اور چشموں میں عیش کریں گے ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے محتاج کا حصہ ہوتا تھا"۔

دوسرے مقام پر فرمایا کہ جو دولت مند اپنی دولت کا ایک حصہ حاجت مندوں کی کفالت پر خرچ کرتے ہیں وہ اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

والذین فی اموالهم حق معلوم ۰ للسائل والمحروم ۰ اولئک فی جنت مکرمون ۰ (المعارج ۳۵.۲۵.۲۴)
"اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔ مانگنے والے کا بھی اور نہ مانگنے والے محتاج کا بھی۔ وہی لوگ جنت کے باغوں میں عزت و اکرام کے ساتھ رہیں گے"۔

★ ڈپٹی ڈائریکٹر شعبۂ نصابیات۔ پاکستان ماڈل ایجوکیشن فاؤنڈیشن لاہور

ارشاد ہوا کہ مسلمانوں کو جہاں اپنے والدین اور دوسرے عزیز و اقارب پر اپنا مال خرچ کرنا ہے، وہاں یتیموں مسکینوں اور حاجتمندوں مسافروں کو بھول نہیں جانا، بلکہ ان پر بھی اپنے مال کا کچھ حصہ ضرور صرف کرنا ہے۔

یسئلونک ماذا ینفقون ط قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمی والمساکین وابن السبیل ط وما تفعلوامن خیرٍ فان اللہ بہ علیم۔ (البقرہ ۲۱۵) "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اپنا مال کہاں خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جو مال خرچ کرو وہ والدین پر، قریبی رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر اور مسافروں پر خرچ کرو اور تم جو بھلائی بھی کرو گے اللہ اسے جانتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اپنی ضروریات سے زائد سارے کا سارا مال غریبوں اور ناداروں پر صرف کردینا چاہیے"۔

ویسئلونک ماذا ینفقون ط قل العفوَ۔ (البقرہ ۲۱۹) "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون سا مال خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو"۔ مالِ زکوٰۃ کے مصارف میں سب سے پہلا حصہ غریبوں اور حاجت مندوں ہی کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضۃ من اللہ ط واللہ علیمٌ حکیمٌ۔ (التوبہ ۶۰) "صدقات یعنی زکوٰۃ خرچ ہو ناداروں پر، محتاجوں پر عاملینِ زکوٰۃ پر، ان پر جن کی تالیف قلب مقصود ہے، غلاموں کو آزاد کرنے پر، قرضداروں پر اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر۔ یہ فرض ہے اللہ کی طرف سے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے"۔

زمینی پیداوار کی زکوٰۃ جسے عشر کہا جاتا ہے اس کے لئے قرآن نے جو "حق" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس مال میں بھی ناداروں کا حصہ شامل کردیا گیا ہے۔

وھو الذی انشا جنٰتٍ معروشٰتٍ وغیر معروشٰتٍ والنخل والذرع مختلفاً اکلہ والزیتون والرمان متشابھاً وغیر متشابہٍ ط کلوا من ثمرۃ اذآ اثمر وآتوا حقہ یوم حصادہ ولاتسرفواط انہ لایحب المسرفین۔ (الانعام ۱۴۱) "اور وہی اللہ ہے جس نے باغ پیدا کئے جو سہارے پر چڑھائے ہوتے ہیں اور بغیر سہاروں کے بھی ہوتے ہیں اور کھجور اور کھیتی بھی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار بھی جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور غیر مشابہ بھی ہوتے ہیں۔ جب یہ چیزیں پھل دیں تو ان کے پھل کھاؤ اور جس دن فصل حاصل کرو تو اس کا حق (حصہ) بھی ادا کرو۔ اور فضول خرچی نہ کرو۔ اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

مالِ فئے یعنی کفارہ کا وہ مال جو بغیر جنگ لڑے مسلمانوں کے ہاتھ لگے، اس میں بھی غریبوں مسکینوں کا حصہ رکھا

گیا۔ تاکہ کہیں ارتکاز دولت نہ ہو بلکہ مال و دولت گردش میں رہے اور سب اس سے مستفید ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

ماافاء اللہعلیٰ رسولہ من اھل القری فللّٰہ وللرسول ولذی القربی والیتمیٰوالمساکین وابن السبیلکی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (الحشر ۵۹) "جو مال اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے بطور فئے دلوایا ہے اس میں حق ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا اور رسول کے رشتہ داروں کا، یتیموں کا، مسکینوں کا اور مسافروں کا۔ تاکہ گردش دولت صرف تمہارے مالداروں ہی میں محدود نہ رہے"۔

وہ لوگ جو معاشرے کی اجتماعی خدمت پر مامور ہوں اور اس مصروفیت کی وجہ سے وہ اپنی معاش کے حصول کے لئے جدوجہد نہ کرسکیں ایسے "سفید پوش" حاجت مندوں کے لئے قرآن مجید نے خاص طور پر حکم دیا ہے کہ مالدار لوگ ان پر بھی مال خرچ کیا کریں، کیونکہ وہ کسی سے مانگنا پسند نہیں کرتے۔

للفقرآء الذین احصروافی سبیل اللہ لایستطیعون ضرباً فی الارض یحسبھمالجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیمٰھم لایسئلون الناس الحافاً وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہعلیم۔ (البقرہ ۲۷۳) "اوران ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرو جو اللہ کی راہ میں مشغول بیٹھے ہیں اور ملک میں چل پھر کر اپنی معاش کا بندوبست نہیں کرسکتے ناواقف آدمی انہیں خوشحال سمجھتا ہے کیونکہ وہ کسی سے مانگتے نہیں۔ تم اندازے سے ان کو صاف پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔ اور تم جو کچھ خرچ کرو گے، اللہ سب کچھ جانتا ہے"۔

فرمایا غریبوں اور ناداروں پر صدقہ و خیرات کرنا علانیہ بھی جائز ہے لیکن پوشیدہ طور پر خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس طرح ریاکاری کا شائبہ نہیں رہتا۔

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتوتوھا الفقرآء فھو خیرٌ لکم ویکفر عنکم من سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر۔ (البقرہ ۲۷۱) "اگر تم صدقہ و خیرات علانیہ طور پر دو تو یہ بھی درست ہے لیکن اگر پوشیدہ طور پر حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اس سے اللہ تمہارے گناہ دور کرے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے"۔

یہ بھی فرمایا کہ مالدار کے لئے ضروری ہے کہ وہ جب اللہ کی راہ میں مال خرچ کریں اور حاجت مندوں کو دیں تو گھٹیا اور ناقص قسم کا مال دینے کا قصد نہ کریں، بلکہ اچھی قسم کا مال دیا کریں۔ کیونکہ غرباء کے حق کی ادائیگی اسی صورت میں بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔

یاایھاالذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض۔ ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ واعلموا ان اللہ غنی حمید ۔ (البقرہ ۲۶۷) ''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی اور زمینی پیداوار میں سے راہ خدا میں خرچ کرو۔ اور گھٹیا یا ناقص چیز دینے کا قصد نہ کرو۔ کہ اگر وہی چیز تمہیں دی جائے تو نہ لو۔ سوائے اس کے کہ آنکھیں بند کر کے لے لو۔ اور جان رکھو کہ اللہ بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے''۔

بلکہ فرمادیا کہ تم نیکی کے درجے اور دینداری کے مقام کو حاصل نہیں کرسکتے تاوقتیکہ اپنے پسندیدہ مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔(آل عمران ۹۲) ''تم اس وقت تک نیکی اور بھلائی نہیں پاسکتے جب تک اپنا پسندیدہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔''

یہ بھی فرمایا کہ دولت مندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دین اسلام کی ایک اہم گھاٹی (عقبہ) کو عبور کریں اور وہ گھاٹی ہے غلاموں کو آزاد کرنا، رشتہ دار یتیموں اور خاک نشیں مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

فلا اقتحم العقبۃ۔ ومماادرک ماالعقبۃ۔ فک رقبۃ۔ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یتیماً ذامقربۃ۔ او مسکیناً ذامتربۃ ۔ (البلد ۱۱ تا۱۶) ''مگر اس نے گھاٹی کو عبور نہ کیا۔ اور تم کیا سمجھے کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی غلام کی گردن چھڑانا۔ یا بھوک کے دن کھانا کھلانا، یتیم رشتہ داروں کو، یا خاک نشیں محتاج کو''۔

ارشاد ہوا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور ان کا مطمع نظر صرف اللہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کے ہاں ان کی ہر نیکی پر کم سے کم سات سو گنا اجر ملے گا۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃٍ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃٍ مائۃ حبۃ ۔ واللہ یضعف لمن یشاء ۔ واللہ واسع علیم (البقرہ ۲۶۱) ''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کے ثواب کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک دانہ ہو اس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں۔ اور اللہ جس کے مال کے ثواب کو چاہے زیادہ کردیتا ہے وہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے''۔

دوسری جگہ فرمایا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاءً ولاشکوراً (الدہر) ''ہم تمہیں اللہ کی رضا کی خاطر کھلارہے ہیں، نہ تم سے صلہ مانگتے ہیں اور نہ یہ کہ تم ہمارا شکر ادا کرو''۔

یہ بھی فرمادیا کہ جو لوگ ریاکاری کے ساتھ یا کسی پر احسان جتانے کی غرض سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، وہ کسی اجر و ثواب کے مستحق نہیں ہیں۔ کیونکہ ریاکاری کا تعلق ایمان سے نہیں ہے، بلکہ کفر و منافقت سے ہے۔

یاایھا الذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی۔ کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولایؤمن باللہ والیوم

الاخر۔ فمثلہ کمثل صفوانٍ علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلداً۔ لایقدرون علیٰ شیٔ مما کسبوا۔ واللہ لایھدی القوم الکافرین۔ (البقرہ۲۶۴) "اے ایمان والو! اپنے صدقات وخیرات کو برباد نہ کرو کسی پر احسان کر کے اور اسے تکلیف پہنچا کر۔ جیسے کوئی شخص لوگوں کو دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے مال کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہے، اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کرڈالے۔ اسی طرح ریاکاروں کا انفاق بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔

یہ بھی ارشاد ہوا کہ مالدار لوگ یتیموں مسکینوں کا خیال نہیں رکھتے وہ دولت کے حریص اور پجاری ہیں ایسے لوگوں کا دین وایمان سے کوئی واسطہ نہیں۔

کلا بل لاتکرمون الیتیم۔ ولاتحضون علیٰ طعام المسکین۔ وتاکلون التراث اکلا لما۔ وتحبون المال حباً جماً۔ (الفجر۱۷ تا ۲۰) "ہرگز نہیں۔ بلکہ تم یتیموں کا خیال نہیں رکھتے۔ اور نہ کسی مسکین کے لئے کسی کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ اور خود وراثت کا سارا مال اکٹھا کر کے ہڑپ کرجاتے ہو اور مال سے بہت ہی محبت کرتے ہو"۔

سورۃ ماعون میں ایسے شخص کو آخرت کا منکر کہا گیا جو منجملہ اور باتوں کے یتیموں کو دھکے دیتا ہے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ پھر ریاکاروں کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کے لئے بھی ہلاکت و بربادی کا انجام بتایا گیا جو دوسروں کو استعمال کی معمولی چیز عاریتاً بھی نہیں دیتے۔

أرأیت الذی یکذب بالدین۔ فذلک الذی یدع الیتیم۔ ولا یحض علیٰ طعام المسکین۔ فویل للمصلین۔ الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ الذین ھم یرآءون۔ ویمنعون الماعون۔ (الماعون) "بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو آخرت کا انکار کرتا ہے۔ وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ کسی مسکین کو کھانا کھلانے کے لئے لوگوں کو ترغیب نہیں دیتا۔ تو ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو نماز سے غافل رہتے ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں اور کسی کو برتنے کی معمولی چیز عاریتاً بھی نہیں دیتے"۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ضمناً عام مسلمانوں کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ کسی یتیم کو نہ ڈانٹیں اور کسی سائل کو ہرگز نہ جھڑکیں۔ بلکہ بھلے طریقے سے برتاؤ کریں اور رخصت کردیں۔

فاماالیتیم فلاتقھر۔ واما السائل فلاتنھر (الضحیٰ ۹۔۱۰) "تو آپ کسی یتیم پر ستم نہ کریں۔ اور کسی مانگنے

والے کو ہر گز نہ جھڑکیں"۔

ان قرآنی تعلیمات واحکامات کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مال میں غریبوں کا حق رکھا ہے یہ صورت ادا ہونا چاہیئے۔

احادیث متعلقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سنت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اغنیاء کے مال میں غریبوں اور ناداروں کا حصہ ہوتا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

١. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عزوجل يقول يوم القيامة يابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی، قال يارب كيف اطعمک وانت رب العالمين؟ قال اما علمت انه استطعمک عبدی فلان فلم تطعمه؟ اما علمت انک لو اطعمته لوجدت ذلک عندی. يابن آدم استقيتک فلم تسقنی. قال يارب كيف اسقيک وانت رب العالمين؟ قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقه انا انک لوسقيته لوجدت ذالک عندی. (صحيح مسلم عن ابی ہریرۃؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا اے ابن آدم علیہ السلام! مین نے تج سے کھانا مانگا تھا، تو نے نہیں کھلایا، وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا جب کہ تو سب لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ اللہ کہے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اسے نہیں کھلایا کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے کھلاتا تو اپنے کھلائے ہوئے کھانے کو میرے ہاں پاتا۔ اے ابن آدم! مین نے تجھ سے پانی مانگا تھا. مگر تو نے مجھے نہیں پلایا، تو وہ کہے گا، اے میرے رب! میں تجھے کیسے پلاتا جبکہ تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ کہے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہیں دیا، اگر تو اسے پانی پلاتا تو وہ پانی میرے ہاں پاتا"۔

یہ حدیث قدسی اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔ خاص طور پر اللہ کو اپنے غریب اور نادار بندے کتنے عزیز ہیں کہ ان کے حق کو اللہ نے اپنا حق قرار دیا ہے اور قیامت کے دن اسی کی باز پرس رکھی ہے۔ اس لئے بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا بڑے اجرو ثواب کا کام ہے۔ اس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح ہر محروم اور نادار کے لئے خوشحال لوگوں کے مال میں حصہ رکھ دیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

۲۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصدقہ ان تشبع کبدا جائعاً (مشکوٰۃ المصابیح عن انسؓ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھلائے"۔

گویا بھوکے کو کھانا کھلانا بہترین صدقہ ہے۔ یہ حدیث بھی ظاہر کرتی ہے کہ اغنیاء کے مال میں ناداروں کا حق ہے۔

پھر وہ نادار اور محروم المعیشت لوگ جو کسی کے سامنے دامن سوال نہیں پھیلاتے مگر حاجت مند ہوتے ہیں ان کے بارے میں دولتمندوں کو تاکید کی کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی یطوف علی الناس تردہ اللقمۃ واللقمتان والتمرۃ والتمرتان ولکن المسکین الذی لایجد غنیً یغنیہ ولایفطن لہ فیتصدق علیہ ولا یقوم فیسائل الناس (بخاری و مسلم)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے دروازے کا چکر لگاتا ہے اور لقمہ دو لقمے اور کھجور دو کھجور لے کر لوٹتا ہے، بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں رکھتا کہ اپنی ضروریات پوری کرے اور اس کی غربت کو لوگ سمجھ نہیں پاتے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ ہی وہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلاتا ہے"۔

قرآن مجید میں بھی "ایسے سفید پوشوں" کی ضروریات پر اغنیاء کو توجہ دلائی گئی تھی۔ البقرہ آیت ۲۷۳ جس کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے میں ایسے ہی لوگوں پر صدقہ و خیرات کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس حدیث میں بھی ان لوگ کا خاص خیال رکھا گیا ہے کیونکہ عام مانگنے والے تو دوسروں سے مانگ کر اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں لیکن نہ مانگنے والے محروم لوگ زیادہ حاجت مند ہوتے ہیں اس لئے قرآن و حدیث میں ان کے بارے میں خصوصی حکم دیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں سائل و نادار کو خالی ہاتھ لوٹانے سے منع کیا گیا ہے۔ جو کچھ میسر ہو سائل کو دیا جائے خواہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو۔

ردوا السائل ولو لظلفٍ محرقٍ (مشکوٰۃ المصابیح) "سائل کو کچھ دے کر واپس کرو خواہ جلی ہوئی کھر ہی کیوں نہ ہو"۔

اسلام میں جہاد بہت بڑے اجرو ثواب کا کام ہے۔ لیکن جو شخص بیواؤں اور مسکینوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے اسے بھی مجاہد کہا گیا ہے اور اس کی اس تگ و دو کو جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایک حدیث نبوی ہے کہ

الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل الله واحسبه قال وکالقائم الذی لایفتر وکالصائم الذی لایفطر. (بخاری ومسلم عن ابی ہریرۃؓ)

بیواؤں اور مسکینوں کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا شخص اس مجاہد کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا اور اس شخص کی [illegible] کے حضور کھڑا رہتا ہے اور تھکتا نہیں۔ اور روزے دار کی طرح ہے جو دن کو کھاتا نہیں اور لگاتار روزے رکھتا ہے۔ اس حدیث میں اس شخص کو جو مسکینوں اور بیواؤں کی حاجات پوری کرتا ہے۔ مجاہد کا درجہ دیا اور قیام اللیل کرنے والے اور صائم الدہر کے اجر و ثواب کے برابر قرار دیا۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کے مال میں غریبوں کے حق پر طویل گفتگو فرمائی ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو سعید خدریؓ ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

عن ابی سعید خدریؓ قال بینما نحن فی سفر اذجاء ه رجل علی راحله فجعل یصرف وجهه یمیناً وشمالاً فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان معه فضل ظهر فلیعد به علی من لاظهر له ومن کان له فضل زادٍ فلیعد به علی من لا زاد له، قال فذکر من اصناف المال حتی راینا انه لاحق لاحدٍ منا فی الفضل. (صحیح مسلم)

"حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کہ کہ ایک دفعہ جب ہم سفر میں تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا۔ اس نے دائیں بائیں مڑ مڑ کر دیکھنا شروع کیا تو رسول اللہ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس کوئی زائد سواری ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی سواری اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اور جس شخص کے پاس زائد کھانا ہو تو اسے ان لوگوں کو دے دینا چاہئے جن کے پاس کھانا نہیں ہے راوی کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی بہت سی قسمیں گنائیں یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت مال میں کوئی حق نہیں ہے"۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ زائد از ضرورت چیزیں اس رفیق سفر کو دے دینی چاہئیں جو ان سے محروم ہے اور ضرورت مند ہے۔ چنانچہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے مطابق یوں عمل فرمایا کہ سواروں کو حکم دیا کہ وہ پیدل لوگوں کو بھی باری باری اپنی سواری پر سوار کرائیں۔ اور اسی طرح جن کے پاس زادِ راہ نہیں تھا ان کی خاطر سارا زادِ راہ جمع فرمایا تھا اور پھر ہر ایک میں برابر برابر تقسیم فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تکون ابلٌ وبیوت للشیاطیین ، اما ابل الشیاطین فقد رایتهایخرج

احدکم بنجیبات معه قد اسمنها فلا یعلو بعیراً منها ویمر باخیه قد انقطع به فلا یحمله واما بیوت الشیاطین فلم ارها. (سعید بن ابی ہند عن ابی ہریرہؓ ابو داؤد)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ اونٹ شیطانوں کا حصہ ہوتے ہیں۔ کچھ گھر شیطانوں کا حصہ ہوتے ہیں۔ شیطانوں کے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں۔ تم میں سے کوئی اپنے ساتھ بہت سی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے اور انہیں خوب موٹا تازہ کر رکھا ہوتا ہے اور ان میں سے کسی پر چڑھتا نہیں، اور وہ اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے، جو بغیر سواری کے ہے، تو اسے اپنی اونٹنیوں پر سوار نہیں کرتا۔ اور رہے شیطانوں کے گھر تو انہیں میں نے نہیں دیکھا"،

اس حدیث میں دو اہم باتیں فرمائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ جو لوگ زائد سواریاں رکھتے ہیں مگر ضرورت مندوں اور پیدل لوگوں کو ان پر سوار ہونے کا موقع نہیں دیتے تو ان کی یہ سواریاں "شیطان کی سواریاں" ہیں۔ دوسرے یہ فرمایا کہ وہ مکانات جنہیں لوگ بلاضرورت محض دولت کی نمائش کے لئے بناتے ہیں اور ان میں غریبوں کو رہنے کا حق نہیں دیتے تو وہ "شیطان کے گھر" ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح کے نمائشی مکانات نہیں تھے۔ لیکن آج ہمارے زمانے میں ایسے بہت سے ہیں۔ ایک ہی شخص بلا کسی حقیقی ضرورت کے کئی شہروں میں اپنی کوٹھیاں اور مکانات بنالیتا ہے اور نہ خود ان میں رہتا ہے نہ کسی اور کو رہنے دیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ:

عودوا المریض واطعموا الجائع وفکو العانی. (صحیح بخاری عن ابی موسیٰؓ) "بیمار کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو رہائی کا بندوبست کرو"۔

اس حدیث میں تین امور بیان فرمائے گئے ہیں۔ بیمار کی عیادت کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا اور غلاموں کو آزاد کرنا۔ بھوکے کو کھانا کھلانے کا جو حکم دیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ صاحب ثروت لوگوں کو مال میں ناداروں اور بے کسوں کا حصہ رکھ دیا گیا ہے۔ اور یہ حصہ پہنچانے کا اہتمام ضروری ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لایومن عبد حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه. (بخاری ومسلم عن انسؓ) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کوئی شخص ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔

گویا ایمان کا معیار یہ قرار پایا کہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرنا جو آدمی اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس سے یہ

بات بھی نکلتی ہے کہ جو مکان لباس اور غذا ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں اسی طرح کا مکان لباس غذا ہمیں دوسروں کے لئے بھی پسند کرنی چاہیے اور اگر وہ مفلوک الحال ہیں تو یہ چیزیں ان کو مہیا کی جانی چاہئیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ ایسے شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ لایرحم اللّٰہ من لایرحم الناس (بخاری ومسلم) "اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو دوسرے لوگوں پر رحم نہیں کرتا"۔

اس حدیث کو نقل کر کے علامہ ابن حزم نے المحلیٰ میں لکھا ہے کہ:

ومن كان علىٰ فضلة ورء ى المسلم اخاه جائعاً عريان ضانعاً فلم يغثه.... فما رحمه بلاشک. (المحلی جلد۴)

"جس شخص کے پاس زائد از ضرورت چیز ہو اور وہ اپنے مسلمان بھائی کو بھوکا ننگا دیکھے مگر اسے کچھ نہ دے تو اس نے بلاشبہ اس پر کوئی رحم نہیں کیا"۔

اصحاب صفہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو عام ہدایت دے رکھی تھی کہ ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھیں۔ اس سلسلے میں آپ کا یہ ارشاد بہت اہم ہے جسے حضرت ابوبکرؓ نے روایت کیا ہے کہ:

"من كان عنده طعام اثنين فيذهب بثالث، ومن كان عنده طعام اربعه فليذهب بخامس او سادس" (مسنداحمد)

"جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو اسے چاہیئے کہ وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو اسے چاہیئے کہ پانچویں یا چھٹے کو اپنے ہاں لے جائے"۔

اور یہ بھی احادیث و تاریخ سے ثابت ہے کہ اہل مدینہ جن میں انصار اور مہاجرین سب شامل تھے، نے اصحاب صفہ کی تمام بنیادی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ کیونکہ انکے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات تھے۔

اسی سلسلے کی ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کو بھی ہدایت فرمائی ہے کہ ہر شخص اپنے کھانے میں دوسرے کو بھی شریک کرلے۔ یہ گویا خوشحال لوگوں کے مال میں ناداروں کا حق ہوا۔ وہ حدیث یہ ہے کہ: طعام الواحد يكفى الاثنين (صحیح مسلم۔ ترمذی) "ایک شخص کا کھانا دو کے لئے کافی ہے"۔

گویا بھوکے شخص کا حصہ ہے ہر کھانا رکھنے والے کے کھانے میں۔ جس اسلام نے غریبوں اور ناداروں کا اس حد تک خیال رکھا ہے۔ بعض کم سواد اسے بھی سرمایہ داروں کا دین کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ مومن وہ نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور سو جائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔

لیس المومن بالذی یشبع وجارہ جائع الیٰ جنبہ (مسند احمد جلد اول ص۵۵) ''وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو''۔

غریبوں اور ناداروں کی ضروریات پوری کرتے وقت امیروں کو ریاکاری اور نمائش سے روکا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اس حال میں خرچ کرو کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ: حتی لاتعلم شمالہ ماتنفق یمینہ.

''یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے''۔

اقوال صحابہ کرامؓ

اس سلسلے میں بعض جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ:

ان اللہ تعالی فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر مایکفی فقراء ھم، فان جاعوا او عروا وجھدوا فبمنع الاغنیاء، وحق علی اللہ تعالی ان یحاسبھم یوم القیامۃ ویعذبھم علیہ. (ابن حزم، المحلی، جلد۴، ص۲۸۳)

''اللہ تعالی نے دولت مندوں کے مال میں ناداروں کے لئے ایک حصہ لازمی طور پر رکھا ہے۔ لہٰذا غریبوں کو حق حاصل ہے کہ اپنی بھوک اور برہنگی کو دور کرنے کے لئے دولتمندوں سے بقدر ضرورت مال حاصل کرکے رہیں۔ ایسے سرمایہ دار جو دوسروں کی ضروریات کا خیال نہ رکھیں، اللہ تعالی کا حق ہے کہ ان سے قیامت کے روز باز پرس کرے اور انہیں عذاب دے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ غریب اور نادار لوگ دولت مندوں کے مال میں سے اپنی ضروریات کے لئے مال حاصل کرسکتے ہیں۔ اگر دولتمند رضامندی سے ان کا حق دیں تو بہتر ورنہ ان سے زبردستی بھی لیا جاسکتا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمرؓ کا ایک قول بھی ملتا ہے ابن حزمؒ لکھتے ہیں۔

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لواستقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول الاموال الاغنیاء فقسمتھاعلی فقراء المھاجرین. (المحلی جلد۴، ص۲۸۳) ''حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ اقدام کرنے کا ارادہ کرتا تو نہ ہٹتا اور دولت مندوں سے ان کے زائد از ضرورت مال حاصل کرکے غریب مہاجرین میں تقسیم کردیتا''۔

حضرت عمرؓ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ امیروں کے مال میں غریبوں کا لازمی حصہ ہے اس طرح اکثر فقہاء اسلام نے یہ رائے دی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نادار رفیق سفر کو کھانا یا پانی مہیا نہ کرے تو اگر اس کی موت بھوک

یا پیاس سے واقع ہو گئی تو ایسے ساتھی سے اس کی دیت وصول کی جائے گی۔ کہ کیوں اس نے اپنے ہمراہی کو اپنے زاد راہ میں سے کچھ نہ دیا جب کہ وہ بھوکا پیاسا تھا اور مر گیا۔

قرآن و سنت کے ان منصوص احکامات کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے غریبوں اور ناداروں کی ضروریات کا خیال رکھا ہے اور دولت مندوں کے مال میں سے اتنا حصہ ان کے لئے لازمی طور پر رکھا ہے جس سے ان کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ یہ لازمی حصہ زکوٰۃ کی صورت میں بھی ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ بھی بنیادی ضروریات کی فراہمی تک باقی رہتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ہاں کے سرمایہ داروں کو بھی ان کی وہ ذمہ داریاں یاد دلائی جائیں جو بحیثیت مسلمان ان پر عائد ہوتی ہیں۔ ان سے اخلاقی طور پر اپیل کی جائے کہ وہ انسانیت کی بنیاد پر ہی دوسرے لوگوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اگر اس سے اصلاح احوال نہ ہو تو حکومت وقت کا فرض ہے کہ قانونی طور پر اقدامات اٹھائے اور غداری کے صلے میں انگریزوں کی دی ہوئی جاگیروں کو ضبط کرے۔ ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت چھین لے اور سرمایہ داروں سے اس قدر مال و دولت ضرور حاصل کرے جس سے اس ملک کے بے کسوں، ناداروں، معذوروں اور ضرورت مندوں کی کفالت کا اہتمام ہو سکے۔ دین اسلام ان تمام اقدامات کی اجازت بلکہ حکم دیتا ہے۔ خود مسلم حکومت پر بھی یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ افسروں کو شاہ خرچیوں، دفاتر کی آرائشوں اور پر تکلف سرکاری دعوتوں پر قدغن لگائے اور اس پر عمل در آمد کرائے۔ اس طرح ملکی سرمائے کا ایک معقول حصہ باسانی ناداروں کو ماہانہ وظائف دینے کے لئے مختص کر دے۔ کیونکہ اب تک اس سلسلے میں کئے گئے تمام اقدامات بالکل ناکافی بلکہ بے نتیجہ ثابت ہوئے ہیں۔

موجودہ زمانے کی بہت سی ترقی یافتہ ریاستیں اپنے ہاں دولت مندوں پر اچھا خاص ٹیکس لگا کر ناداروں، معذوروں اور بے سہارا لوگوں کی کفالت کا انتظام کر رہی ہیں۔ وہاں بے روزگاری الاؤنس، سیکورٹی، مفت طبی امداد اور بوڑھوں کے لئے اقامت گاہوں (OLd Age Houses) کا اہتمام اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔ مگر افسوس ان قوموں کی تمام فضولیات کو تو ہم اختیار کر رہے ہیں لیکن ان کی بعض اچھی چیزوں کی تقلید نہیں کرتے۔ یہاں کے سرمایہ دار عیش و عشرت میں مگن ہیں۔ اور ان کے مال میں کسی نادار کے لئے ایک پائی نہیں ہوتی وہ لوگوں کی جیبوں سے لوٹی ہوئی دولت بیرون ملک منتقل کر دیتے ہیں جہاں نہ اس پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے اور نہ کوئی اور ٹیکس ہے۔ بلکہ سود کی شکل میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پھر باہر سے جو سرمایہ امداد کے نام پر حکومت کے پاس ہے، اس کا بڑا حصہ

یہاں کے سرمایہ دار، صنعت کار اور جاگیر دار بہت سی کم شرح سود پر بطور قرض لے لیتے ہیں اور پھر اپنے اثر و رسوخ سے ساری رقم معاف کرالیتے ہیں اور ایک پائی بھی نہیں لوٹاتے، دولت کی تقسیم اور گردش صحت مندانہ اور آزادانہ نہیں ہے مختلف قسم کی اجارہ داریاں قائم ہیں۔ جس کے نتیجہ میں یہاں کا امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جارہا ہے اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد بنیادی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہے۔

ان حالات میں اگر ہم اسلامی تعلیمات و احکام کے مطابق اپنے نظام معیشت کو استوار کریں۔ قومی آمدنی میں سے بجٹ کے اندر ناداروں کے لئے روزینے اور وظائف مخصوص کریں۔ اہل ثروت سے بھی ان کی دولت کا ایک حصہ غریبوں محتاجوں کے لئے معین کردیں تو بے کسوں اور ناداروں اور محتاجوں کی ضروریات زندگی کا انتظام بڑے اچھے طریقے سے ہوسکتا ہے۔